30

لوگوں کے دلوں کو محبت و نرمی سے فتح کریں

(فرمودہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے متواتر جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی ذات کی اصلاح اور تبلیغ میں کامیاب ہونے کے لئے اپنے اندر اخلاق فاضلہ پیدا کریں اور اپنی زندگی کو اخلاق کے ماتحت بسر کریں۔

دنیا میں آج تک کبھی کوئی قوم دلائل کے ساتھ نہیں جیتی اور کبھی کسی قوم نے صرف دلائل کے ساتھ غلبہ حاصل نہیں کیا۔ اگر دلائل کے ساتھ ہی دنیا جیتی جا سکتی تھی یا دلائل کے موجود ہونے کی وجہ سے کوئی قوم غالب آ سکتی تھی تو عیسائیت کو دنیا میں کبھی غلبہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ تمام وہ مذاہب جو نہایت ہی کمزور اور بوسیدہ بنیاد رکھتے ہیں ان میں سے ایک عیسائیت ہے۔

انسان کے عقل کے کسی گوشہ میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ ایک کھاتا پیتا انسان۔ انسانی حوائج میں گھرا ہوا انسان۔ خدا بن جائے۔ اگر انسان تمام تعصبات سے علیحدہ ہو کر اور مخلی بالطبع ہو کر بھی سوچے کہ کسی طرح مسیح کی خدائی اس کے ذہن میں آ جائے تو کبھی یہ بات اس کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔

لیکن باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ لاکھوں آدمی ہر سال مسیحی ہوتے ہیں۔ دنیا میں اس کثرت کے ساتھ مسیحیت پھیل رہی کہ آج دنیا میں تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ مسیحی ہیں۔

ایک طرف ایشیا کے بہت علاقوں میں مثلاً" سائبیریا آرمینیا کے تمام علاقوں میں مسیحی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح افریقہ کا قریباً" نصف حصہ مسیحیوں سے بھرا پڑا ہے۔ البتہ ایشیا کے بعض حصے ہیں جن میں اور مذاہب بھی پائے جاتے ہیں۔ پس عیسائیت کا غلبہ دلیلوں کی وجہ سے نہیں۔ اگر دلائل پر کسی مذہب کا دارومدار ہوتا تو آج کبھی کی عیسائیت مفقود ہو چکی ہوتی۔

اس بات کو دیکھتے ہوئے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کسی دلیل کا غلبہ کے ساتھ تعلق نہیں۔ ہاں اپنی

اصلاح کے لئے دلیل محرک ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ اپنے نفسوں پر قابو رکھتے ہیں ان کے مقابل میں بے شک یہ بڑا ہتھیار ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسے آدمی بہت کم ہوتے ہیں ایسا آدمی ہزار میں ایک ہوتا ہے۔ ورنہ کثیر طبقہ وہی ہوتا ہے جو اخلاق سے متاثر ہوتا ہے۔ وہ ایمان لاتا ہے تو کسی کے سر پر چڑھ کر۔ وہ مرتد ہوتے ہیں تو کسی کے سر پر چڑھ کر۔ وہ صرف ایک ہی دلیل جانتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ہمارے سامنے لاؤ جس کی ہم اتباع کر سکیں۔ کیونکہ یہ طریق ان کو آسان معلوم ہوتا ہے اور مشکل کام کے وہ عادی نہیں ہوتے اور اس طریق سے عیسائیوں نے کام لیا ہے اور اسی ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ مسیحی حکومتیں کئی رنگ میں دنیا کو تباہ کر رہی ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ مسیحی پادری سیاسی خیالات کو چھپاتے ہوئے بھیڑ کی کھال میں اخلاق سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو گرویدہ بناتے ہیں۔ وہ لوگ عیسائیت کو نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے مسیح کو دیکھا ہوتا ہے۔ وہ صرف اس بات کو دیکھتے ہیں کہ پادری محبت اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ پس وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ اس کی تعلیم اس کے عمل کے خلاف ہے۔ اور اس کی تہ میں سیاسی خیالات کام کر رہے ہیں۔ اور حکومت کا یہ پیش خیمہ ہے یہ وجہ ہے کہ وہ عیسائیت جو یورپ کے سوا اور کہیں نہ پائی جاتی تھی اور وہ یورپ کہ جس کے کناروں پر اسلامی حکومتوں کا جھنڈا لہراتا تھا آج بحر زخار کی طرح دنیا پر پھیل رہا ہے اور اس کی لہریں اس طرح اٹھ رہی ہیں کہ ہر مذہب کانپ رہا ہے کہ شائد یہی لہر اس کا خاتمہ کر دے گی۔

وہ لوگ کہ جن کا مطمح نظر گرد و پیش سے چند گز آگے بھی نہیں اٹھتا۔ ان کے سوا ہر عقل مند جانتا ہے کہ عیسائی حکومت دنیا پر اب اس قدر مستحکم ہو چکی ہے کہ اب دنیا کی کوئی ظاہری طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کو اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ اور یہ سب کچھ پادریوں کے چند یاد کئے ہوئے فقروں اور ان کے شیریں کلام اور بناوٹی اخلاق کا ہی نتیجہ ہے۔ بہت سی جگہیں ہیں کہ جہاں پادریوں نے اس طریق سے کامیابی حاصل کی ہے۔

چنانچہ پشاور ہی کا واقعہ ہے کہ وہاں مدت تک عیسائیت پھیلانے کے لئے کوششیں کی گئیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہاں ایک پادری پہنچا۔ جس نے بازاروں میں علی الاعلان وعظ کرنا شروع کیا۔ دوسرے لوگ اسے گالیاں دیتے۔ کوئی اس پر تھوکتا کوئی گالی دیتا اور کوئی اس پر راکھ وغیرہ پھینکتا۔ وہ جواب دیتا کہ بھائی تم مجبور ہو کیونکہ تمہارا مذہب ایسے ہی اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور میں

بھی مجبور ہوں کیونکہ میرا مذہب مجھے ایسی ہی برداشت، محبت، نرم دلی سکھاتا ہے۔ آخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ کھڑا ہوا اور نہ صرف علی الاعلان عیسائیت کو قبول کیا بلکہ زمین بھی گرجا کے لئے دی۔ جہاں گرجا بنایا گیا۔ پھر اسی طرح چین میں بھی عیسائیت کی تبلیغ کی گئی اور آج وہاں بڑے بڑے خاندان سب عیسائی ہو چکے ہیں۔ یہ سب بناوٹی اخلاق کا نتیجہ ہے۔ جب یہ بناوٹی اخلاق دنیا کو جیت سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ سچے اخلاق دنیا کو نہ جیت سکیں۔

بار بار تجربہ ہوا ہے کہ مباحثات سے وہ کامیابی نہیں ہوئی جو اخلاق سے حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک دوست ہیں جو ایسی ایسی جگہوں میں جاتے ہیں۔ جہاں کسی طرح بھی احمدیت نہیں پھیل سکتی تھی۔ ان کے جانے سے وہاں جماعتوں کی جماعتیں قائم ہوئیں ہیں اور وہ ان کے اخلاق کا نتیجہ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ چیز جسے ہمارے کان نہیں قبول کرتے اسے ہمارے دل کیسے مان سکتے ہیں۔ تم ہی اپنے نفسوں کو دیکھو کہ اگر تمہیں کوئی طعنہ یا سختی کے ساتھ بات منوانا چاہے تو کیا تم اس کی بات خوشی سے ماننے کے لئے تیار ہو گے۔ اگر کوئی سختی کے ساتھ بات سمجھانا چاہے اور گالیاں دینا شروع کر دے تو کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ اس کی محبت سے تمہارا دل بھر گیا ہو۔

پس جو کام محبت اور اخلاص سے ہو سکتا ہے وہ اور کسی ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔ محبت کے ہاتھ کا دنیا کی کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ تلواریں وہ کام نہیں کرتیں جو محبت کام کرتی ہے حضرت نبی کریم ﷺ کے ہی ایک زمانہ کو دیکھ لو جس میں دس سال تک مسلمانوں نے تلواریں اٹھائیں۔ لیکن اس زمانہ میں اسلام اس طرح نہیں پھیلا جس طرح کہ اس وقت پھیلا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو موقع دیا کہ جس میں مسلمان محبت کا اظہار کر سکتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ اور طاقت دی تو اس وقت مسلمانوں نے محبت کا اظہار کیا۔

جب آنحضرت ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ نے کفار مکہ سے پوچھا کہ تیئس سالہ مظالم جو تم نے مسلمانوں پر کئے آج بتاؤ تم سے کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے وہی جواب دیا جو ایسے وقت میں مجبوری کے ماتحت مفتوح و مجرم قومیں دیا کرتی ہیں کہ آپ ہمیں معاف کر دیں۔ یہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ ایک طبعی بات تھی اور وہ ایک شکست خوردہ کی آواز تھی۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے اس جواب کے خلاف کہا جو عام طور پر فاتح شخص دیا کرتا ہے۔ عام طور پر تو یہی جواب دیا جاتا ہے کہ ابھی تم نے کیا دیکھا ہے لیکن حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کچھ تم نے کہا ہے ٹھیک

ہے۔ لا تثریب علیکم الیوم جاؤ آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ اس ایک فقرہ نے چند منٹ کے اندر وہ کام کیا جو دس سال کی جنگیں نہ کر سکیں۔ وہ لوگ جو گھروں میں دروازے بند کئے بیٹھے تھے۔ عورتیں اور بچے بھی مارے خوف کے کانپ رہے تھے کہ اب معلوم نہیں کیا ہو گا۔ اب ہمارے مظالم کی ہمیں کیا کیا سزائیں ملیں گی اور مکہ کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس حیات بخش اعلان کو سنا تو تمام لوگ بھاگتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے قدموں پر آگرے۔ کس حیرت اور تعجب کے ساتھ مکہ کے لوگوں نے وہ آوازیں سنی ہوں گی جو مکہ کی گلیوں میں ایک سرے سے دوسرے تک پھیل گئیں اور حیات بخش کلام نے ان کے اندر کیا تغیر پیدا کیا ہو گا۔

اب دیکھو تلواریں وہ کام نہ کر سکیں جو محبت کے تیر نے کام کیا لا تثریب علیکم الیوم کا ایک ہی تیر مکہ کے دلوں کو فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ پھر جس وقت اطراف مکہ میں یہ آواز پہنچی تو وہ بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر ایمان لانے میں مقابلہ کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ تو مکہ کی تباہی کی خبر کے منتظر تھے۔ لیکن اس کے بالکل خلاف جب انہوں نے یہ سلوک دیکھا تو ان کے دل بالکل بے اختیار ہو گئے۔

شائد کوئی کہے کہ نبی کریم ﷺ تو نبیوں کے سردار تھے تو میں ایک کافر کی مثال سناتا ہوں۔ امریکہ کا ایک پریذیڈنٹ تھا اس کے دل میں غلامی کی رسم کے خلاف خیال پیدا ہوا اور اس نے ایک مسودہ قرار دیا کہ جس میں غلامی کی رسم کی ممانعت کا اعلان کیا۔ لیکن امریکہ کہ جس کی تمام دولت کا انحصار غلاموں پر تھا اس کے رؤسا نے فیصلہ کے خلاف آواز اٹھائی اور انہوں نے کہا کہ ہماری ریاست علیحدہ کر دو۔ پریذیڈنٹ نے کہا جب تم پہلے شامل ہو چکے ہوئے ہو تو اب تم علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ چھڑ گئی۔ جس میں پہلے تو پریذیڈنٹ کے مقابل فریق کا پلہ بھاری رہا کیونکہ وہ لوگ بوجہ زمیندار کے مضبوط تھے لیکن آخر پھر پریذیڈنٹ کو ہی کامیابی حاصل ہوئی اور اسے دوسرے علاقہ پر فتح حاصل ہوئی اور دوسروں کا لیڈر مارا گیا اور پریذیڈنٹ کی قوم نے بڑے بڑے افسروں نے بڑے جلوس نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور اس میں پریذیڈنٹ کو بھی بڑی شان کے ساتھ نکالنے کا ارادہ کیا۔ بڑے بڑے لوگ ایک شاندار جلوس نکالنے کی تیاریاں کر چکے تو پریذیڈنٹ کو بلایا۔ اس نے کہا یہ جلوس کیسا؟ افسروں نے جواب دیا کہ آپ کے لئے جلوس نکالنا چاہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ جب میں حبشیوں کو غلام بنانا پسند نہیں کرتا تو اپنے بھائیوں کو کیسے غلام بنا سکتا ہوں۔ یہ دوسرے لوگ میرے بھائی ہیں۔ جس طرح میں نے ملک کی خدمت کی اسی طرح انہوں نے بھی

اپنے خیال میں ملک کی خدمت کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ایک محبت کی رو چل گئی اور پھر تمام ملک ایک ہو گیا۔

پھر اس زمانہ میں بھی حضرت مسیح موعود کی تازہ مثالیں موجود ہیں جس جس رنگ میں دشمنوں نے آپ کا مقابلہ کیا۔ دوست جانتے ہیں دشمنوں نے کمہاروں کو آپ کے برتن بنانے سے سقوں کو پانی دینے سے بند کر دیا۔ لیکن پھر جب کبھی وہ معافی کے لئے آئے تو حضرت صاحب معاف ہی فرما دیتے تھے ایک دفعہ آپ کے کچھ مخالف پکڑے گئے۔ تو مجسٹریٹ نے کہا کہ میں اس شرط پر مقدمہ چلاؤں گا کہ مرزا صاحب کی طرف سے سفارش نہ آئے۔ کیونکہ اگر انہوں نے بعد میں معاف کر دیا تو پھر مجھے خواہ مخواہ ان کو گرفتار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر دوسرے دوستوں نے کہا کہ نہیں اب انہیں سزا ضرور ہی ملنی چاہئے۔ جب مجرموں نے سمجھ لیا کہ اب سزا ضرور ملے گی تو انہوں نے حضرت صاحب کے پاس آکر معافی چاہی تو حضرت صاحب نے کام کرنے والوں کو بلا کر فرمایا کہ ان کو معاف کر دو۔ انہوں نے کہا ہم تو اب وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم کسی قسم کی سفارش نہیں کریں گے تو حضرت اقدس فرمانے لگے کہ وہ جو معافی کے لئے کہتے ہیں تو ہم کیا کریں۔ مجسٹریٹ نے کہا دیکھا وہی بات ہوئی جو میں پہلے کہتا تھا مرزا صاحب نے معاف ہی کر دیا۔

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک آج دنیا اس کو محسوس نہیں کرتی۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ جب تاریخوں میں واقعات پڑھے جائیں گے تو یہی واقعات لاکھوں آدمیوں کی ہدایت کا موجب ہوں گے۔ آج اگر پچاس آدمیوں پر اس واقعہ کا اثر ہے تو کل ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں ہزاروں آدمیوں پر یہ واقعات اثر کریں گے۔

دیکھو یہی واقعہ جو حضرت نبی کریم ﷺ کا میں نے سنایا ہے۔ بیشک اس نے اس وقت بھی اثر دکھایا۔ لیکن اگر اس وقت بھی اس کا وہ اثر نہ ہوتا تو کچھ بات نہ تھی۔ آج جس مجلس میں بھی اس کا ذکر کرتے ہیں تو خطرناک سے خطرناک دشمن کی نگاہیں بھی نیچی ہو جاتی ہیں تو اس واقعہ کا آج آکر اثر ہوا۔

ایک دفعہ ایک افسر نے حضرت مسیح موعودؑ سے ایک معاملہ میں کہا کہ یہ لوگ آپ کے شہری ہیں آپ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ اس بڈھے شاہ ہی کو پوچھو کہ آیا کوئی ایک موقعہ بھی ایسا آیا ہے جس میں اس نے اپنی طرف سے نیش زنی نہ کی ہو اور پھر اس سے ہی پوچھو کہ کیا کوئی ایک موقعہ بھی ایسا آیا ہے کہ جس میں میں اس پر احسان کر سکتا تھا اور پھر میں نے

اس کے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ آگے وہ سر ڈال کر ہی بیٹھا رہا۔ یہ ایک عظیم الشان نمونہ تھا آپ کے اخلاق کا۔

پس ہماری جماعت کو بھی چاہئے کہ وہ اخلاق میں ایک نمونہ ہو۔ معاملات کی آپ میں ایسی صفائی ہو کہ اگر ایک پیسہ بھی گھر میں نہ ہو تو امانت میں ہاتھ نہ ڈالیں۔ اور بات اتنی میٹھی اور ایسی محبت سے کریں کہ جو دوسرے کے دل پر اثر کرے۔

میں نے تو آج تک محبت سے زیادہ اثر کرنے والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ اس لئے ہماری جماعت کا بھی محبت آمیز شعار ہو جانا چاہئے کہ جب کوئی بات کرے تو ہر آدمی محسوس کرے کہ اس کے اندر اخلاص ہے اور اس کا دل محبت سے بھرا ہوا ہے۔

کبھی طعنہ سے کام نہ لو۔ میرے نزدیک سچے مذہب کے پیروؤں کا دلیل کے ساتھ دوسرے پر غالب آجانے پر ہنسنا سخت کمینگی ہے۔ کیونکہ دلیل تو خدا کی دی ہوئی چیز ہے کہ جیسے ایک جوان آدمی ایک بچہ پر ہنسے۔ دوسروں کی کمزوری تو بچوں کی طرح ہے جو آباؤ اجداد سے چلی آئی ہے۔ اس لحاظ سے ان میں ایک طبعی کمزوری ہے۔ اور دوسرے کی دی ہوئی طاقت کے باعث دوسرے کو کمزور سمجھنا شرافت کے خلاف ہے۔

پس گفتگو میں تحمل اور شیرینی پیدا کرو۔ قربانی و ایثار کا مادہ ہو۔ ہمدردی اور محبت ہو۔ طعن اور طنز و تشنیع نہ ہو۔ پھر اس کے ساتھ تبلیغ کا جوش ہو۔ وہ جوش جو لڑائی کو دیکھ کر اور مباحثات میں پیدا ہوتا ہے وہ سچا جوش نہیں ہوتا۔ اگر یہی سچا جوش ہے تو وہ غنڈوں میں بھی موجود ہے۔ اب کیا تمام غیرت اسلامی ان غنڈوں میں ہی آگئی ہے۔ صرف ایک خاص وقت میں ان کے جوش کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی طبائع کمزور ہوتی ہیں۔ اس وقت ان کا بگڑنا اور لڑنا غیرت اسلامی پر دلالت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے بدمعاش ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سچا جوش وہ ہے جو ٹھنڈے وقت میں بھی ہو۔

آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام جماعت کو اس بات کی توفیق دے کہ وہ اسلام کا سچا نمونہ بن کر دکھائے۔ اور وہ اپنی غلطیوں سے اسلام کی ترقی کو پیچھے نہ ڈالنے والے ہوں۔

(الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۲۶ء)

۱۔ طبقات ابن سعد القسم الثانی صہ ۱۸۹